OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:5, Issue: 1, Jan -June 2024
DOI:10.51665/al-duhaa.005.01.0257, PP: 147-162

معاصر اقتصادی افکار اور اسلامی نکتہ نظر تقابلی جائزہ

Contemporary Economic Thoughts and Islamic Perspective: A Comparative Analysis

Published: 20-06-2024
Accepted: 10-06-2024
Received: 01-05-2024

Muhammad Saif ullah Khalid
M.Phil, In Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad Campus
Email: saifullahkhalid9752@gmail.com

Dr. Mufti Muhammad Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad Campus
Email: M.ahmad.pk1@gmail.com

Hafiz Masood Elahi
M.Phil, In Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad Campus
Email: masoodelahi23@gmail.com

Abstract

The economy holds the status of a backbone for any country or state. To stabilize and strengthen a nation, a stable economy is essential. The study of economics, particularly in the context of capitalist, socialist, and mixed economies, reveals various contemporary economic systems that, with their distinct theories and ideas, have significantly impacted the global economy. While these systems have gained widespread recognition worldwide, they have also led to unintended consequences, such as social inequality, moral decline, and numerous environmental issues, alongside their primary goals of unlimited capital growth, prosperity, and material development. In contrast, the Islamic economic system emerges as a comprehensive framework on the global stage. It is rooted in social justice, ethics, and welfare, with its foundation based on the Quran and Sunnah. This system not only emphasizes material prosperity and development but also focuses on the enhancement of moral and spiritual values. According to the Islamic perspective, the purpose of the economy is to ensure the welfare of humanity and to uphold the principles of social justice, which are fundamentally different from contemporary economic thoughts. This paper aims to present a comparative analysis of contemporary economic thoughts and Islamic economic theories, highlighting the contrasts and commonalities between the two. This analysis will not only help us understand the core foundations of these theories but also prompt us to consider how Islamic economic principles can be integrated into modern economies to create a balanced and just economic system.

Keywords: *Islamic Economic, Quran, Sunnah.*

CC BY

تمہید

معیشت کو کسی بھی ملک یا ریاست کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی ملک/ریاست کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لیے مستحکم معیشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشیات کے مطالعہ سے سرمایہ دارانہ، اشتراکی اور مخلوط معیشت کے پس منظر میں کئی ایسے معاصر معاشی نظام جو اپنے اپنے نظریات اور افکار کو سمیٹے عالمی معیشت کو متاثر کئے ہوئے ہیں۔

جہاں ان نظاموں کو دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر پذیرائی ملی وہاں ان نظریات نے بنیادی مقاصد سرمائے کی لامحدود بڑھوتری، خوشحالی، مادی ترقی کے حصول کے ساتھ ساتھ معاشرتی ناہمواری، اخلاقی زوال، اور کئی ماحولیاتی مسائل کو جنم دیا ہے۔

جبکہ اسلامی نظام اقتصاد ایک جامع نظام کے طور پر دنیا کے افق پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ جو اپنے اندر سماجی انصاف، اخلاقیات، فلاح و بہبود کو سمیٹے اپنی بنیاد قرآن وسنت پر استوار کرتا ہے جو کہ صرف مادی خوشحالی اور ترقی پر ہی نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی اقدار کی ترقی پر بھی توجہ کو مرکوز کرتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر میں معیشت کا مقصد فلاحِ انسانیت اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کی پاسداری کرنا ہے، جو معاصر اقتصادی افکار سے بالکل مختلف ہیں۔

مقالہ ہذا میں معاصر اقتصادی افکار اور اسلامی اقتصادی نظریات کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا، تاکہ ان دونوں نظریات کے مابین موجود تضادات اور مشترکہ پہلوؤں کو اجاگر کیا جا سکے۔ یہ جائزہ ہمیں نہ صرف ان نظریات کی اصل بنیادوں کو سمجھنے میں مدد دے گا بلکہ ہمیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے گا کہ کیسے اسلامی اقتصادی اصولوں کو جدید معیشت میں ضم کیا جا سکتا ہے تاکہ ایک متوازن اور انصاف پر مبنی معاشی نظام تشکیل دیا جا سکے۔

معاصر اقتصادی افکار:

سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism):

جدید سرمایہ داری کا آغاز اٹھارہویں صدی میں صنعتی انقلاب کے بعد "ایڈم سمتھ" نے اپنی شہرہ آفاق کتاب" دولت اقوام عالم" سے کیا۔ ایڈم سمتھ کی اس کتاب نے نہ صرف جدید معاشیات کو بنیاد فراہم کی بلکہ معاشیات کو دنیا میں ایک مضمون کی حیثیت سے روشناس بھی کروایا۔[1]

معنی، مفہوم و تعریفات:

سرمایہ داری کو انگریزی میں (Capitalism) کہتے ہیں، یہ لفظ (Capital) سے بنا ہے جو کہ لاطینی زبان کے لفظ "Caput" سے ماخوذ ہے۔ ابتداً یہ لفظ (Capital) مویشیوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جس کا معنی یہ تھا کہ "ایسی جائیداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکے" بارہویں اور تیرہویں صدی میں یہ لفظ سرمائے کے لیے استعمال ہونے لگا۔[2]

اٹھارہویں صدی میں جب معاشی ترقی کا دور دورہ تھا اور سرمایہ دارانہ نظام ترقی کی راہ پر گامزن تھا تو سرمایہ جدید معاشی نظام میں اس قدر اہمیت پا گیا کہ ذرائع پیداوار میں ایک عنصر کا مقام حاصل ہوا تو سرمایہ اور سرمائے سے حاصل منافع "Capital" کہلانے لگا۔ (Capital) کو چونکہ معیشت میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے جس وجہ سے اس معاشی نظام کو جس میں سرمایہ عامل پیداوار ہے اسے (Capitalism) کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں Capitalism کی تعریف یہ ہے:

"Capitalism also called free market economy or free enterprises economy, economic system dominate in the western world since the breaking up of feudalism , in which most of the means of production are privately owned"[3]

سرمایہ داری کو آزاد منڈی کی معیشت یا آزاد سرمایہ کاری کی معیشت بھی کہاجاتاہے یہ معاشی نظام مغربی دنیا میں جاگیرداری کے خاتمے سے وجود میں آیا، اس میں زیادہ تر ذرائع پیدائش نجی ملکیت میں ہوتے ہیں،حکومتی عدم مداخلت کےعلاوہ انفرادی ملکیت اور معاشی آزادی اس نظام کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں انسان سرمائے سے مزید نفع کماتا ہے جسے انٹرسٹ (Interest) کا نام دیا جاتا ہے، جس کی بنیادی اقدار میں آزادی، مساوات اور ترقی شامل ہیں، نجی ملکیت ،ذاتی منافع کا محرک اور حکومت کی عدم مداخلت جس کی معاشی بنیادیں ہیں۔ قیمتوں کا تعین قانون طلب و رسد کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کی خصوصیات:

سرمایہ دارانہ نظام جن اصولوں اور جن حالات میں قائم ہوا۔ نئی چیز دیکھ کر لوگوں کا رجحان اس کی طرف کچھ زیادہ ہی ہونے لگا۔ماہرین معاشیات نے بھی اس بات پر اتفاق کیا ہے، حتیٰ کہ سرمایہ داری کا مخالف کارل مارکس بھی اس بات کو تسلیم کرچکا ہے کہ ابتداً اس نظام سے معیشت مضبوط اور مستحکم ہوئی ہے اور یہ دنیا کے لیے فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔[4] دنیا کا اس نظام پر عمل پیرا ہونے سے جو اس نظام کی خصوصیات سامنے آئیں ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

انفرادی قوت اور ذرائع پیداوار کا مناسب استعمال:

سرمایہ دارانہ نظام میں کیونکہ مقابلے کی فضاء ہوتی ہے اس لیے ہر آجر اور مزدور یہ چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے آگے نکل سکوں اور زیادہ سے زیادہ نفع کماسکوں جس کے نتیجے میں آجر ذرائع پیداوار کے استعمال میں اپنی مکمل صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں ،تاکہ وسائل کی قلّت کی وجہ سے ان کا ضیاع کم سے کم اور منافع زیادہ ہو اور مزدور زیادہ اجرت کے لیے سخت محنت کرتے ہیں ۔لہٰذا یہ افرادی قوت وسائل کے بہترین استعمال کا سبب بنتی ہے، جس سے ملکی وسائل کے ضائع ہونے کے امکان بہت کم ہوتے ہیں اور ملکی معیشت مضبوط اور مستحکم ہو کر خوشحالی کا باعث بنتی ہے۔ محمد حسیب عباسی لکھتے ہیں:

"سرمایہ دارانہ نظام میں فرد اپنی ترقی کے لیےاپنی تمام تر استعداد کار کو عمل میں لاتا ہے، اس طرح سے افردی قوت کا بھرپور استعمال ہوتا ہے"[5]

قیمتوں کا صحیح تعین:

سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کا تعین ایک قانون کے تحت کرتے ہیں جس کو قانون طلب و رسد کہاجاتا ہے اور یہ فطری قانون ہے، "رسد" اُس مالِ تجارت کو کہاجاتا ہے جو تجارت کی غرض سے بازار میں لایا گیا ہو، اور "طلب "خریداروں کی اس خواہش کا نام ہے کہ وہ سامان تجارت بازار سے قیمتاً خریدیں۔اب اس فطری قانون کے مطابق بازار کی قیمتوں کا تعین خود بخود اس طرح ہوتا ہے کہ بازار میں جس چیز کی رسد اس کی طلب کے مقابلے میں زیادہ ہوگی تو اس چیز کی قیمت میں خود بخود کمی ہو جائے گی ،اسی طرح اگر کسی چیز کی طلب اس کی رسد کے مقابلے میں زیادہ ہوگی تو خود بخود اس چیز کی قیمت بڑھ جائے گی، گویا کہ اس نظام

نے قیمتوں کے تعین کو فطری قانون کے حوالے کیا ہے۔[6]

حقوقِ ملکیت :

سرمایہ دارانہ نظام میں تمام تر معاشی سرگرمیاں اسی بنیاد کے گرد گھومتی ہیں کہ معاشرے کے ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ جو کچھ اس نے کمایا وہ اسی کی ملکیت ہو گی ،اور وہ جتنا چاہے وسائل پیداوار پر محنت کر کے انہیں خرید کر اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے اور ان سے جتنا اور جیسے منافع کمانا چاہے کمانے کا حق رکھتا ہے۔افراد کے اس حق میں حکومت مداخلت نہیں کرتی بلکہ ان کو تحفظ فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی لکھتے ہیں :

"اس نظام میں تمام شہریوں کو جائیداد بنانے ، پھیلانے اور محدود کرنے کے پورے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ نجی ملکیت اس نظام کی جان ہے اور ساری معاشی سرگرمیاں اسی کے گرد گھومتی ہیں"[7]

معاشی اور تجارتی سرگرمیوں میں آزادی:

سرمایہ دارانہ نظام کا ایک بنیادی وصف یہ بھی ہے کہ یہ اشتراکیت کی طرح افراد کو محدود معاوضے کے بدلے خرید نہیں لیتا کہ اس کو معاشی یا تجارتی میدان میں آگے نکلنے سے روک دیا جائے، بلکہ یہ آزاد تجارت اور معیشت کو فروغ دیتا ہے کہ فرد جس ذرائع پیداوار میں سے جسے چاہے استعمال میں لاکر آزادی کے ساتھ منافع کما سکتا ہے۔ اور اپنی صلاحیت و قابلیت جس شعبہ میں چاہے وقف کر سکتا ہے اس طرح پیداوار کا یہ عمل جاری رہتا ہے جس سے ملکی معیشت مستحکم ہوتی ہے۔[8]

سرمایہ دارانہ نظام کے منفی پہلو:

سرمایہ دارانہ نظام آج چند اشتراکی ممالک کے علاوہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے ہر ملک میں کسی نہ کسی حد تک سرمایہ دارانہ نظام نافذ ہے، دنیا کے اکثر ممالک میں اس نے اپنے منفی اثرات چھوڑے ہیں ،جو کہ چند ایک درج ذیل ہیں۔

لامحدود حق ملکیت اور مذہبی واخلاقی اقدار :

اس نظام میں افراد کو لامحدود حق ملکیت دے کر بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے اور لامحدود آزادی کی وجہ سے مذہبی اور اخلاقی اقدار تو اسے کے سامنے بے وقعت سی رہ جاتی ہیں، جس سے انسان اپنی زندگی کا مقصد صرف اور صرف سرمایہ کو ہی سمجھنے لگتا ہے۔جس کے حصول کے لیے ہر طرح کی کوشش کر گزرتا ہے۔علامہ سید قطب شہید سرمایہ دارانہ سرمائے کے حصول کی آزادی کے بارے لکھتے ہیں :

"سرمایہ دارانہ نظام کی تمام خرابیاں سود کی ہی پیدا کردہ ہیں، رفتہ رفتہ سود جدید اقتصادیات کی بنیاد بن گیا اور بالآخر اخلاقی، اجتماعی اور انسانی اقدار بے معنی ہو کر رہ گئیں ، اب اقدار کو حق حاصل نہیں ہے کہ اقتصادی قوانین میں دخل دے سکیں"[9]

انفرادی ملکیت ہر فرد کا بنیادی حق ہے جو اس جدید معیشت سے پہلے ہر دور میں رہا ہے۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظام نے جو اس بنیادی حق کو بے لگام چھوڑا ہے۔اس کے پس پشت وہ آزادی کا نعرہ ہے جو سرمایہ دارنہ نظام کے عقائد میں سے ایک ہے۔جس کے تحت وہ اس عقیدے کا فروغ چاہتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں :

" شخصی ملکیت اور بعض انسانوں کا بعض کی نسبت بہتر معاشی حالت میں ہونا کوئی خرابی کی بات نہیں ہے، لیکن

جس چیز نے انہیں خرابیوں کی پیدائش کا ذریعہ بنایا ہے وہ یہ تھی کہ معاشی لحاظ سے بہتر لوگ خود غرضی، تنگ نظری، بخل، حرص، بدیانتی اور نفس پرستی میں مبتلاء ہوگئے اور زائد از ضرورت وسائل معیشت کو اپنی تعیشات پر صرف کرنے لگے اور معاشرے کے نادار طبقے کا خیال نہ کیا"[10]

سود کی وجہ سے تباہ کاری:

سرمایہ دارانہ نظام میں سود بنیادی حیثیت رکھتاہے، جس سے سرمایہ دار اپنا سرمایہ لگا کر بغیر کاروبار اور بغیر کسی محنت کے اس لگائے گئے سرمائے پر سود وصول کرتاہے اور اسے منافع کا نام دیتاہے، جسے ملکی، معاشی اور معاشرتی سلامتی سے کوئی غرض نہیں ہوتی، دوسری جانب غریب طبقہ ان سرمایہ داروں کے اس سودی نظام کی چکی میں پستے چلے جاتے ہیں، اور افلاس ان کا مقدر بن جاتاہے، اسی سود کی ہی وجہ سے امیر، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جاتاہے اور سرمایہ بس چند لوگوں کے ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتاہے، اس نظام معیشت میں اگر سرمایہ دار کو کوئی فکر ہے تو وہ بس سود کے اتار چڑھاؤ کی ہے۔[11]

3۔اجارہ داریوں کا قیام:

اجارہ داری کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں تجارت شعبہ کے ساتھ وابستہ کئی افراد، کئی تنظیمیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں، ایک چیز ایسی ہے کہ جو عام ہو ہر جگہ سے مل سکتی ہو، دوسری جانب ایک تنظیم نے سرمایہ لگا کر کسی چیز کو اپنے ساتھ خاص کرلیا کہ اگر وہ بازار میں مل سکتی ہے تو اسی سے ہی مل سکتی ہے کسی اور کو اس کے فروخت کرنے کا حق حاصل نہیں ہاں اگر دوسرا کوئی فریق بھی اس کو فروخت کرنا چاہتاہے تو وہ اس کے ایجنٹ کے طور پر کام کرے گا۔ جس کا معاشرے کو نقصان یہ ہوگا کہ وہ اجارہ دار قیمتوں کے تعین میں اپنی من مانی کریں گے۔

لہٰذا جس طرح انسانی زندگی کے اکثر شعبوں میں مقابلے کا تصور پایا جاتاہے۔ اسی طرح اس نظام میں مکمل مقابلہ کا تصور موجود ہے۔ جو افراد کو اس بات پر ابھارتاہے کہ زیادہ سے زیادہ نفع کے حصول کے لئے مقابلہ ایک لازمی جز ہے، جس کی انتہائی شکل اجارہ داریوں کا قیام ہے۔ کیونکہ بعض اوقات چھوٹے سرمایہ دار بڑے سرمایہ داروں کے مقابلے سے قاصر ہوتے ہیں۔[12]

4۔معاشی بحران:

سرمایہ دارانہ نظام میں بعض اوقات منڈی کی صورت حال بہت گرم ہوتی ہے۔ ایک مال بہت ہی منافع مند ثابت ہو رہا ہوتاہے، اس صورت حال کے پیش نظر اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوجاتاہے، تو اچانک سے سرمائے کے ارتکاز کے نتیجے میں خریدار کم ہو جاتے ہیں اور منڈی سرد پڑ جاتی ہے، جو کہ کساد بازاری، معاشی بحران اور بے روزگاری کا سبب بنتی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت زیادہ خرابیاں ہیں جو ماہرین نے لکھی ہیں جیسا کہ "معاشی وسائل کا ضیاع، غربت، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، مخصوص طبقے کی حکومت وغیرہ۔

اشتراکیت (Socialism)

اشتراکیت سرمایہ دارانہ نظام کے مدمقابل اپنا ایک نظام معیشت لے کر میدان میں آئی۔ جس کی بنیاد ہینرچ کارل مارکس (Henrich karl Marx) نے 1867ء میں اپنی کتاب "داس کیپٹال"(Das Kapital) لکھ کر رکھی۔ اس کی ایک جلد تو ان کی اپنی زندگی میں ہی شائع ہوگئی تھی باقی دو جلدیں ان کی وفات 1883ء کے بعد شائع ہوئیں۔[13]

اشتراکیت کا لغوی اصطلاحی مفہوم:

"اشتراکیت "اشتراک سے ماخوذ ہے جس کے معنی مشترک، شراکت یا ساجھا کے ہیں، یہاں پر اشتراکیت سے مراد وہ تحریک ہے جو ایک معاشی نظام لے کر نکلی۔[14]

مولوی فیروزالدین اپنی کتاب فیروزاللغات اردو میں اشتراکیت کا معنی "اجتماعیت اور شرکت سے کرتے ہیں، جس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک ایسا اعتدال پسند فلسفہ یا نظریہ حیات ہے جس کے مطابق ذرائع پیداوار پر عوام کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہیے" صاحب فیروز اللغات نے اشتراکیت کے لیے " اشتمالیت "کی اصطلاح کو بھی استعمال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: اشتمالیت کا معنی مساوی ہونا یا برابر ہونا ہے، یہ ایک انقلابی نظریہ حیات ہے جو نجی ملکیت کے خلاف ہے، اس کی رو سے قوم کے ذرائع پیداوار پر ریاست کا قبضہ ہونا چاہیے اور ان میں سے ہر فرد کو اس کی ضروریات کے مطابق حصہ دیا جائے۔اسی اشتمالیت کو انگریزی میں کمیونزم (Communism) کہتے ہیں۔[15]

اشتراکیت کی ماہرین معاشیات نے کئی تعریفات کی ہیں لیکن کسی ایک تعریف پر بھی ان کا اتفاق نہیں پایا گیا۔ان تعریفات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

William A. Darity Jr اشتراکیت کی تعریف لکھتے ہیں۔

"socialism is a social order in which private property and exploitation are abolished"[16]

اشتراکیت ایک سماجی نظام ہے۔جس میں نجی املاک اور استحصال کو ختم کیا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برطینیکا میں اشتراکیت کی تعریف یہ ہے:

> *"**socialism**, social and economic doctrine that calls for public rather than <u>private ownership or control of property</u> and natural resources"*[17]

اشتراکیت، سماجی اور معاشی نظریہ ہے جو عوام کے بجائے جائیداد، قدرتی وسائل اور نجی ملکیت پر ریاستی کنڑول کا مطالبہ کرتا ہے۔

ان تمام تعریفات سے یہ بات واضح ہوئی کہ اشتراکیت معاشی نظام سے مراد ایسی تحریک اور ایسے نظریات ہیں کہ جن کے

ذریعے تمام انفرادی مادی وسائل پیدائش معاشرے کی اجتماعی ملکیت میں ہوتے ہیں، جس میں ہر فرد سے معاشرے کے اجتماعی مفاد کا مطالبہ ہوگا۔

اشتراکیت، کمیونزم اور سوشلزم یہ تینوں ایک دوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں البتہ چند فرق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

کمیونزم اور سوشلزم میں فرق:

1۔کمیونزم معاوضہ ضرورت کے مطابق دینے کی قائل ہے اور اشتراکیت معاوضہ کو محنت پر چھوڑتی ہے۔

2۔سوشلزم محض ایک معاشی نظام ہے جبکہ کمیونزم معاشی کے ساتھ ایک سیاسی نظام بھی ہے۔

3۔ کمیونزم ریاست کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرنا چاہتی ہے جبکہ اشتراکیت ذرائع کا مکمل کنڑول ریاست کے حوالے کرتی ہے۔ کمیونزم کا دعویٰ ہے کہ ریاست مزدوروں کے استحصال کرنے والوں کی محافظ ہوتی ہے، ان کے نزدیک ریاست کا تصور ہی نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا مسعود ندوی لکھتے ہیں:

"کمیونزم کے بنیادی اصولوں میں انقلابی طریق کار شامل ہے، یہ ریاست کو سرمایہ داری کا آلہ کار سمجھتے ہیں اور جو پرانے سوشلسٹ پارلیمانی نظام کی مشینری کو بتدریج اشتراکیت کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ کمیونسٹوں کی نگاہ میں مزدوروں کے بدترین دشمن ہیں" [18]

اشتراکیت کے مثبت پہلو:

اشتراکیت کے کچھ تصورات اور نظریات ایسے بھی ہیں جو ایک معاشی نظام کے اعتبار سے مفید ہیں، مثلاً:

نجی ملکیت کے تصور کی بجائے اجتماعی ملکیت کا تصور:

اشتراکیت میں وسائلِ پیداوار یعنی کارخانے، زمین، جائیداد وغیرہ کسی نجی ملکیت میں نہیں ہوں گے جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں لامحدود نجی ملکیت کی وجہ سے انسان میں دولت کے جمع کرنے کی لالچ اور ہوس پیدا ہو جاتی ہے، سرمایہ سمٹ کر ایک جگہ اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان سرمائے کے حصول کے لیے جائز و ناجائز کی تمیز کھو بیٹھتا ہے، اس بے قید اور لامحدو انفرادی ملکیت کی آزادی سے معاشرے میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہوتیں ہیں مثلاً ذخیرہ اندوزی، منافع حاصل کرنے کے ناجائز طریقے اپنانا، تمام اشیاء میں ملاوٹ وغیرہ، الغرض ہر وہ طریقہ جس سے سرمایہ میں اضافہ ہو اپنایا جاتا ہے۔ لیکن اشتراکیت میں تمام تر وسائلِ پیداوار پر حکومت کا قبضہ ہونے کی وجہ سے دولت کا ارتکاز نہیں ہوتا جو کہ کئی معاشی ومعاشرتی خرابیوں سے رکاوٹ کا سبب ہے۔

پیداوار کی منصفانہ تقسیم اور معاشرے کی فلاح:

اشتراکیت میں اجتماعی ملکیت کا ہونا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ حکومت اس سے ایسی پالیسی آسانی سے تیار کر سکتی ہے کہ جس سے تمام معاشرے کی فلاح ہو، اسی طرح قومی ملکی منصوبے اور ملک کی تمام ضروریات کو پایہ تکمیل تک پہنچانا نہایت سہل ہو جاتا ہے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

> "روس میں افراد کے قبضے سے زمین، کارخانے اور تمام کاروبار نکال لینے کا فائدہ یہ ہوا کہ اشیاء کی لاگت اور ان کی بازاری قیمت کے درمیان جو منافع پہلے زمین دار، کارخانہ دار اور تاجر لے جاتے تھے اب حکومت کے خزانے میں آنے لگا اور ممکن ہوا کہ اس منافع کو اجتماعی فلاح کے کاموں پر صرف کیا جاسکے، اور دوسرا نامساعد حالات کے پیش نظر بعض لوگ کام کاج کے قابل نہیں رہتے مثلاً بوجہ بیماری یا معذوری توان لوگوں کو ایک مشترکہ فنڈ سے مدد دی جاتی ہے" [19]

وہ معاشرے جہاں اشتراکیت قائم ہوئی وہاں پر تعلیمی، فنی اور طبّی شعبوں میں ماہر اور کام کار پڑھے لکھے طبقے کے ذریعے ملکی خدمات کے لیے حکومتی سطح پر خصوصی توجہ دی گئی، جس سے ہر شعبے میں قابل افراد کی وجہ سے ملکی معیشت اچھی ہوتی گئی، جیسا کہ روس وہ تمام وسائلِ پیداوار کو ایک نظم کے تحت استعمال میں لانے کے لیے جتنے افراد درکار ہوتے اتنے ہی تیار کر کے ایک اچھے عہدے پر فائز کرتے جس سے وہ اپنی زندگی احسن انداز سے گزار سکتے تھے، جو ان کی ملکی معیشت کی مضبوطی کا سبب بنا۔

3۔اشتراکیت میں اخلاقی شکل:

اشتراکیت نے مذہبی اخلاقی اصولوں کی نفی کی ہے،اور اس کی بنیاد خالص مادیت پرستی پر قائم ہے جس کا مذہب میں کوئی تصور نہیں ہے،اس کے باجود عام افراد کا اشتراکیت کی طرف میلان صرف سرمایہ داری کے ظلم اور استحصال کے خلاف آواز اٹھانے کی وجہ سے ہوا،کیونکہ کہ ان کا نعرہ معاشی انصاف اور مساوات کا تھا۔اشتراکیت کے اس معاشی نظام میں ان کا یہ عدل وانصاف کا نعرہ کوئی اخلاقی حیثیت تو نہیں رکھتا،لیکن ان کے یہ الفاظ اخلاقی مفہوم ہی دیتے ہیں جو لوگوں کے ذہنوں میں ان کی کامیابی کے لیے کارگر ثابت ہوئے،گوکہ عدل وانصاف اور مساوات کا نعرہ اشتراکیت کا غیر ارادی طور پر ایک احسن اقدام تھا۔[20]

4۔روزگار کے یکساں مواقع:

سارے وسائل پیداوار حکومت کی مٹھی میں ہونے کہ وجہ سے ملکی امور،انتظامات اور عوامی فلاحی کاموں کی درجہ بندی حکومت یا حکومتی کابینہ کرتی ہے اس لیے تمام افراد کو روزگار کے مواقع مساوی طور پر فراہم کئے جاتے ہیں،جس شعبے میں جتنے افراد کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے حکومت خود اتنے افراد تیار کرتی ہے ان کی تمام ضروریات حکومت کے ذمہ ہوتیں ہیں جو وہ مساوی طور پر پورا کرتی ہے۔[21]

معاوضوں کا تعین:

اشتراکیت وسائلِ پیداوار کو ایک نظم کے تحت مصروفِ عمل بناتی ہے۔جس کے لیے ان کے پاس اپنے ہی تیار کردہ افراد موجود ہوتے ہیں جن میں معاوضوں کو تقسیم کرنے کی حکومت خود پالیسی تیار کرتی ہے جس کے مطابق معاوضے دیئے جاتے ہیں ،اور سرمایہ داری کی طرح طلب ورسد کے قانون سے مدد نہیں لیتی،جس کے نتائج اچھے نکلتے ہیں۔[22]

اشتراکیت کے منفی پہلو

ہر نظام جب رائج ہوتا ہے تو اس کے کچھ ایسے پہلو ہوتے ہیں جو قابل تعریف اور حاملِ خصوصیات ہوتے ہیں،دوسری طرف اس کے کچھ ایسے پہلو، نظریات اور افکار ہوتے ہیں جو کہ قابل تنقید ہوتے ہیں،اشتراکیت بھی ایک معاشی نظام ہے جس کے مثبت افکار کے ساتھ کچھ منفی چہرے،افکار اور نظریات بھی ہیں جو روس میں اشتراکیت کے عملی تجربہ کے بعد ظاہر ہوئے۔

اشتراکیت اور بازارِ ظلم:

اشتراکیت کی بنیاد جبر پر رکھی گئی ہے،اس کا جواز یہ پیش کیا گیا کہ جبر کے بغیر اس کے نفاذ پر عمل درامد ممکن نہیں ہے۔کیونکہ نجی ملکیت سے اجتماعی ملکیت کی طرف آنا مشکل کام تھا،اشتراکیت نے فلسفہ ہی یہ دیا تھا کہ جب تک اجاہ داروں کی اجارہ داری ختم نہیں ہو گی انصاف کا قیام ناممکن ہے۔اجارہ داری کے خاتمے کے لئے طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

Samuel H. Beer لکھتے ہیں:

> *"The proletariat will use its polictal supremacy to wrest by degree all capital from bourgeoise to centralize all instrument of production in the hands of the state, i.e. of the proletariat organized as the ruling class and to increase the total productive forces rapidly as possible. Of course in the beginning this cannot be affected by means of despotic inroads on the rights of property and on the conditions of*

bourgeious productions[23]"

ادنیٰ طبقہ اپنے سیاسی اقتدار سے کام لے کر رفتہ رفتہ پورا سرمایہ بورژو طبقے سے چھین لے گا، پیداوار کے تمام آلات کو ریاست یعنی حکمران طبقے کی صورت میں منظّم ادنیٰ طبقے کے ہاتھ میں مرکوز کردے گا اور پیداواری قوتوں کو ممکن حد تک تیزی سے بڑھاتا جائے گا، اس میں شک نہیں کہ شروع میں اس کو عمل میں لانے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ مملکت کے حقوق اور بورژو پیداوار کے تعلقات پر جارحانہ حملہ کیا جائے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ جبر معاشی مساوات کے قیام کے لیے تھا، لیکن بعد میں یہ جبر خانہ جنگی کا سبب بنا جس وجہ سے روس نے اپنی بیشتر آبادی اسی کی نذر کر دی، 1971ء کے خونی معرکہ میں 19 لاکھ انسان موت کی گھاٹ چڑھ گئے 20 لاکھ سزا کے مستحق ٹھہرے اور 40 لاکھ کو ملک بدر کر دیا گیا۔[24]

اشتراکیت اور مذہبی واخلاقی اقدار:

اشتراکیت نے معاشی نظام سے مذہب کو بے دخل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مارکسی نقطہ نظر جسے علامہ شمس الحق افغانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"مذہب جن اسباب وعوامل سے پیدا ہوا وہ خوف اور بیچارگی کا احساس ہے۔ اب فطرتِ خارجی پر ایک حد تک انسان نے قابو پالیا ہے اس لیے خوف ودہشت باقی نہیں رہی تاکہ مذہب کا سہارا لینے کی ضرورت نہ ہو"[25]

گویا کہ اشتراکیت میں مذہب اور اخلاق کی کوئی اہمیت نہیں، انسان اپنے مفاد کے لیے بغیر کسی مذہب یا اخلاق کی پرواہ کئے ہر کام کر سکتا ہے، ابوخالد اسلم لکھتے ہیں:

> "اشتراکیت میں اصل چیز ہی مقصد ہے۔ ذرائع کا جائز یا ناجائز ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، حصولِ مقصد کے لیے ہر حربہ اختیار کیا جاسکتا ہے، حتی کہ اگر ضرورت ہو تو، جھوٹ، فریب، دھوکہ، تشدد اور قتل وغارت سب روا ہیں"[26]

اشتراکیت کے یہ وہ لامذہبی نظریات جن کی بنیاد پر بنایا گیا نظام جو کہ روحانی اور اخلاقی اقدار سے بہرہ ور تھا۔ یہ ہی مذہب سے دوری نے اس نظام کی روحانی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا اور روس میں یہ انجام ہوا۔

اشتراکیت اور انسانی عظمت:

اشتراکیت نے انسان کو ایسا نظریہ دیا کہ جس سے انسان کا انسان سے اعتماد ہی اُٹھ گیا حتی کہ انسان اپنے گھر والوں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھنے لگ گیا جس نے انسان کی فطری عظمت کو پامال کر دیا جو اللہ رب العزت نے انسان کو دی تھی، اشتراکیت نے انسان کو غلط جذبات رکھنے والی ذات قرار دیا ہے۔ مسعود عالم ندوی تحریر کرتے ہیں:

> "اس نظام نے انسانی شخصیت کے ارتقاء کے امکان کو ختم کر دیا اور افراد کو موادِ خام کی حیثیت دے دی جہاں انسانوں کی منصوبہ بندی ہوتی ہے اور ایک منتخب گروہ انسانوں کو لوہے کے پرزے یا چمڑے کے جوتوں کی طرح ڈھالتا اور بناتا ہے"[27]

معلوم ہوا کہ اشتراکیت نے انسان کو اس کے مقام اور شرف کی نفی کر کے اسے روٹی، کپڑا، مکان کا نعرہ دے دیا جس کے بدلے انسان سے اس کا دین، اخلاقی اقدار، اور انسانی شخصی آزادی سلب کر لی۔ علامہ شمس الحق افغانی رقم طراز ہوتے ہیں:

> "انسان کی اصلی شرافت اس کی حُریت اور فکر وعمل ہے۔ اگر یہ حریت نہ ہو تو انسان مقام شرف انسانیت سے

گر کر ایک حیوان بن جاتا ہے۔اور حیوان کیا ہے؟ وہ ہمارے اختیار کے مطابق چلتا ہے پھر ہم اس کو گھاس ودانہ وغیرہ کھلاتے ہیں،اسی طرح کیمونزم انسان سے اپنے اختیار کے مطابق کام لیتا ہے اور پھر اس کے بدلے روٹی اور کپڑے کا بندوبست کر دیتا ہے۔اس طریقے سے انسان کے فکر وعمل کی آزادی اور اختیار ختم ہو کر رہ جاتا ہے"[28]

اسلامی معاشی نظام:

دنیا میں رائج اقتصادی نظام کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ دینا میں مروجہ نظاموں میں سے اب تک کوئی ایسا نظام نہیں آیا جو انسانیت کی عظمت اور فلاح کو برقرار رکھ سکے،بلکہ جو بھی آیا اس نے انسانیت کو استعمال کیا اور مصائب میں مبتلاء کرنے کے سوا کچھ نہیں دیا،مثلاً اس وقت دنیا میں دو معاشی نظام قائم ہیں،سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام مشاہدات، تجربات اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کے یہ تمام دنیا میں معاشی ناانصافیوں،اقتصادی ناہمواریوں اور دیگر مسائل اقتصادیات کو حل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

اس کے برعکس دنیا میں ایک ایسا نظام جو صرف اقتصادی ہی نہیں بلکہ مکمل نظامِ حیات ہے موجود ہے،جو انسانی فطری تقاضوں کے عین مطابق اور فلاح انسانی کا ضامن ہے،انسان کے روحانی اور مادی تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ان تمام خصوصیات کا حامل نظام وہ اسلامی معاشی نظام ہے۔اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے اگرچہ اس کا تعلق انفرادی معاملات، عقائد،عبادات، رسومات یا اجتماعی معاملاتِ معاشرت،معیشت اور سیاست سے ہو،ان تمام شعبوں میں اسلام نے راہنما اصول دیئے ہیں، جن میں معیشت بھی شامل ہے، جس کے لیے ایسے اصول و قواعد عطاء کیئے ہیں کہ جن کو اپنا کر ہر زمانے میں ایک عادلانہ اور قابلِ عمل نظام تشکیل دے سکتے ہیں۔

اسلامی معاشیات کی تعریفات:

اسلامی معاشیات پر ویسے تو بہت سے ماہرین نے قلم اٹھایا ہے،تعریفات کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہے:

سید امین الحقؒ اسلامی معاشی نظام کا مفہوم لکھتے ہیں:

"اسلامی نظام اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان ایک معتدل راہ ہے، اسلام شخصی اور انفرادی ملکیت کو ثابت اور جائز قراد یتا ہے اور اس بنیاد پر اس میں شرعی احکام کو قائم کرتا ہے"[29]

پروفیسر عبدالحمید ڈار اور ان کے ساتھی اسلامی معاشی نظام کے بارے لکھتے ہیں:

"اسلام کا معاشی نظام اس کے نظریہ حیات کا ایک جز ہے"[30]

اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات:

اسلام نے انسان کو ایک مکمل معاشی نظام سے نوازا ہے۔جس کے اصولوں اور قوانین پر عمل پیرا ہو کر ایک بہترین نظام مرتب کیا جاسکتا ہے،اسلامی معاشی نظام جن خصوصیات کا حامل ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

شرعی حدود اور انفرادی ملکیت:

اسلام انسان کو انفرادی ملکیت کا حق دیتا ہے،جس سے ہر فرد اپنی محنت سے کمائی ہوئی یا بغیر محنت سے کمائی چیز، وسائل پیدار اور اشیاءِ صرف کا بلا تفریق ملکیت کا حق رکھتا ہے،لیکن باقی معاشرے کو نقصان سے بچانے کے لیے کچھ حدبندیاں قائم کر کے معاشرے کے امن وامان کو برقرار رکھتا ہے۔

قرآن مجید کی بیسوں آیات انفرادی ملکیت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ''[31]

اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ "اموالکم" (تمہارے مال) فرد کی ملکیت پر دلالت کر رہا۔

محنت اور سرمائے میں توازن:

سرمایہ اور محنت پیدائش دولت کے عوامل ہیں اسلام نے ان دونوں کو برابر اہمیت دی ہے۔ تاکہ معاشرہ ان میں تفاوت کی وجہ سے سود جیسی خرابیوں کا شکار نہ ہو جائے کیونکہ ان میں عدم توازن معاشرے میں سودی نظام کے فروغ میں مددگار ثابت ہوگا۔ اسلام ایسے ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ جبکہ محنت کے احترام کے ساتھ ساتھ ایسے قوانین اور اصول وضع کر دیئے ہیں کہ جو خرید و فروخت اور لین دین میں اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن سے منحرف مستحقِ سزا ہوگا۔ قرآن مجید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا''[32]

حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ''[33]

مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے) ۔

جدید نظامہائے معیشت میں سرمائے کو وہ اہمیت حاصل ہے جو کہ محنت اور مزدور کو نہیں ہے مزدور استحصال کا شکار ہو جاتا ہے اور اسے پورا معاوضہ نہیں ملتا جبکہ اسلام یہ درس دیتا ہے کہ جیسے سرمایہ اہمیت کا حامل ہے کم از کم ایسے ہی محنت کی بھی برابر حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔

فاسد نظام معیشت کی روک تھام:

اسلام انسان کے تمام حقوق کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ان کے اجراء کے لیے احکام جاری کرتا ہے، چنانچہ اسلام نے انسان کو معاشی آزادی اور نجی ملکیت کا حق دے کر شرائط لگا دیں کہ کوئی ایسا غیر شرعی کام نہ کیا جائے جس سے معیشت میں فساد پیدا ہوا جائے۔ ایسے کاموں کے سد باب کے لیے قرآن پاک میں بہت سختی سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ مثلاً چوری کی مذمت پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا''[34]

اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

امانت میں خیانت کرنے والے کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ''[35]

اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دیدے) تو امانتدار کو چاہیئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا

کردے اور خدا سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے کام ہیں جو معیشت میں باعث فساد بنتے ہیں جیسے احتکار، اکتناز، چوری، سود، سٹہ، مسکرات کی صنعت وتجارت، رشوت، خیانت، ناپ تول میں کمی وغیرہ۔

معاشی درجات میں تفاوت:

اسلام معاشیات میں تمام افراد کو برابر کا حق دیتا ہے۔ لیکن معاشی درجات میں تفاوت ہے تمام افراد کا برابر ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ انسانوں میں صلاحیتوں کے اعتبار سے تفاوت پایا جاتا ہے۔ اور اسباب معیشت بھی تمام انسانوں کے لیے یکساں نہیں ہو سکتے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ''[36]

بے شک تمھاری کوشش یقینا مختلف ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام افراد کی کوشش برابر نہیں ہو سکتی رزق میں فراخی اور تنگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے،اسی طرح اللہ رب العزت نے اپنی حکمت کے تحت انسانوں کے رزق میں بھی فرق رکھا ہے۔اس تفاوت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ رزق کی فراوانی کی وجہ سے لوگ برائیوں میں پھنس جاتے ہیں اور زرق کی کمی برئیوں سے بچاؤ کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ''[37]

اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔

5۔ معاشی حق میں مساوات:

اسلامی معاشی نظام میں معاشی مساوات سے افرادِ معاشرہ کی معاشی سرگرمیوں، رہائش، کاروبار، مال ودولت ، لباس، خوراک اور دیگر معاملات وغیرہ کا مساوی ہونا مراد نہیں ہے۔ مثلاً جتنا ایک فرد کے پاس مال ودولت ہے معاشرے کے ہر فرد کے پاس اتنا ہی ہو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کیونکہ معاشرے کے ہر فرد کی ذہنی استعداد اور کام کرنے کی مہارت ایک جیسی نہیں ہے اور ایسی مساوات کا حصول ایک غیر فطری اور ناقابل عمل امر ہے جو کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے بھی متصادم ہے۔

لہٰذا اس باب میں معاشی حق مساوات سے مراد قومی پیداواری وسائل اور ذرائع ہیں جن سے استفادے کا اسلام معاشرے کے ہر ہر فرد کو مساوی حق دیتا ہے۔ اگرچہ اس حق کے استعمال میں کوئی فرد اپنی صلاحیت اور محنت کی وجہ سے دوسرے سے آگے بڑھ جائے تو وہ اس کی صلاحیت اور محنت کا نتیجہ ہے۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کو رزق پہنچانے کا خود ذمہ لیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا''[38]

اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے۔

اس آیت مبارکہ کے تحت مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت میں انسان پر ایک عظیم احسان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اس کے رزق کی کفالت اللہ رب العزت نے اپنے ذمے

لے لی ہے، اور نہ صرف انسان کی بلکہ زمین پر چلنے والے ہر جاندار کی وہ جہاں کہیں رہتا ہے یا چلا جاتا ہے اس کی روزی اس کے پاس پہنچتی ہے"[39]

اللہ رب العزت نے تمام مخلوق کے رزق کا ذمہ لینے کے ساتھ ساتھ دولت کی گردش کا حکم دیا ہے، تاکہ معاشی مساوات برقرار رہ سکے اور معاشرے کا ہر ہر فرد اس سے مستفید ہو سکے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ٥ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ٥ وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ٥ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ٥اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"[40]

جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے مفت دلایا سو وہ اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے، اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

نتائج البحث:

1. عاصر اقتصادی نظام، جیسے کہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام، نے دنیا میں بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں جن میں معاشی ترقی، مادی خوشحالی، اور سرمایہ کاری کے فروغ شامل ہیں۔ تاہم، ان نظاموں نے سماجی ناہمواری، اخلاقی زوال، اور ماحولیاتی مسائل کو بھی جنم دیا ہے۔
2. سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ کی لامحدود بڑھوتری پر زور دیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ اکثر اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی میں نکلتا ہے۔ نفع کے حصول کو اولین مقصد بنا کر معاشرتی انصاف اور اخلاقی اقدار کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے، جس سے سماجی ناہمواری میں اضافہ ہوتا ہے۔
3. اشتراکی نظام کا مقصد سماجی انصاف اور معاشی برابری ہے، مگر عملی طور پر اس نظام نے کئی معاشروں میں اقتصادی جمود اور فرد کی آزادی کی کمی جیسے مسائل پیدا کیے ہیں۔
4. اسلامی اقتصادی نظام ایک متوازن اور جامع نظام کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس نظام کی بنیادی اصول، یعنی فلاح انسانیت، انصاف، اور اخلاقیات، معاصر نظاموں کے مادی فوائد کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی ترقی کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔
5. معاصر اقتصادی نظاموں اور اسلامی اقتصادی نظام کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ معاصر نظام مادیت، نفع اور ترقی پر زور دیتے ہیں، جبکہ اسلامی نظام فلاح انسانیت، معاشرتی انصاف اور اخلاقی اصولوں کو اہمیت دیتا ہے۔
6. اسلامی اقتصادی اصول، جیسے زکوٰۃ، صدقہ، اور سود کی ممانعت، جدید معیشت میں شامل کیے جا سکتے ہیں تاکہ ایک متوازن اور انصاف پر مبنی معاشی نظام بنایا جا سکے جو سماجی انصاف اور اخلاقی اقدار کو بھی فروغ دے۔

سفارشات

1. اسلامی معاشی اصولوں جیسے زکوٰۃ، صدقات، اور سود کی ممانعت کو موجودہ مالیاتی ڈھانچے میں شامل کیا جائے تاکہ ایک منصفانہ اور متوازن معیشت کی تشکیل ہو سکے۔ یہ اصول سماجی انصاف اور فلاح کو یقینی بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتے

ہیں۔

2. معاصر معاشی نظاموں میں موجود سماجی ناہمواری، اخلاقی زوال، اور ماحولیاتی مسائل کو حل کرنے کے لیے پالیسی بنائی جائے۔اس ضمن میں اسلامی اصولوں سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے جو اخلاقیات، سماجی انصاف اور ماحول کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔
3. تعلیمی اداروں میں اسلامی اقتصادیات کو بطور مضمون شامل کیا جائے تاکہ طلباء جدید معیشت اور اسلامی معیشت دونوں کے اصولوں کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور ایک منصفانہ معاشی نظام کی تشکیل میں کردار ادا کر سکیں۔
4. اسلامی اقتصادیات پر تحقیق اور جدید معیشت میں اس کے عملی اطلاق کے لیے تحقیقاتی مراکز قائم کیے جائیں۔ ان مراکز کے ذریعے اسلامی اقتصادی اصولوں کی جدید دنیا میں افادیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔
5. میڈیا، سیمینارز، اور ورکشاپس کے ذریعے عوام کو اسلامی اقتصادی اصولوں کے بارے میں آگاہ کیا جائے۔ اس سے عوام میں اسلامی معیشت کے فوائد اور اس کے عملی نفاذ کے حوالے سے شعور بیدار ہوگا۔
6. حکومتوں کو اسلامی اقتصادیات کے اصولوں پر مبنی پالیسیاں بنانے اور نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان اصلاحات میں زکوٰۃ کا نظم، سود کی ممانعت، اور دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔
7. ایک متوازن لائحہ عمل تیار کیا جائے جس میں معاصر اقتصادی افکار کے مادی فوائد اور اسلامی اقتصادیات کے اخلاقی اصولوں کو ملا کر ایک جامع معاشی نظام تشکیل دیا جا سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گہ پنجاب لاہور، ط1980ء، ج1، ص80
Urdu Daira Ma'arif Islamia, Danishgah Punjab Lahore, 1980, VOL:1, P:80
2 Tom G, Palmer,Morality of Capitalism, published by Jameson books Inc,New York, 2011,P.12
3 Ibid:P 831

4 محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ناشر البدر پبلیکیشنز، لاہور، 2010ء، ص127
Muhammad Qutb, Islam aur Jadeed Zehan ke Shubahat, Nasher Al-Badr Publications, Lahore, 2010, P:127

5 عباسی، محمد حسیب، اسلام اور جدید افکار، ص163
Abbasi, Muhammad Haseeb, Islam aur Jadeed Afkar, P:163

6 عثمانی، محمد تقی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص25

Usmani, Muhammad Taqi, Mufti, Islam aur Jadeed Ma'eeshat wa Tijarat, P:25

7 صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، اسلام اور جدید معاشی تصورات، ص88

Siddiqi, Muhammad Naeem, Dr., Islam aur Jadeed Ma'ashi Tasawurat, P:88

8 ایضاً

Ibid

9 شہید، قطب، سید، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ناشر اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص108

Shaheed, Qutb, Syed, Islam aur Maghrib ke Tehzibi Masail, Nasher Islamic Publications, Lahore, P:108

10 مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص44

Maududi, Abul A'la, Islam aur Jadeed Ma'ashi Nazariyat, P:44

11 ایضاً، ص39

Ibid, P:39

12 صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، اسلام اور جدید معاشی تصورات، ص92

Siddiqi, Muhammad Naeem, Dr., Islam aur Jadeed Ma'ashi Tasawurat, P:92

13 افغانی، شمس الحق، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، دار البحوث والدعوۃ الاسلامیۃ، کوہاٹ، 1983ء، ص41

Afghani, Shams ul Haq, Sarmaya Darana aur Ishtiraaki Nizam ka Islami Ma'ashi Nizam se Mawazna, Dar ul Buhooth wal Dawah Al-Islamiyah, Kohat, 1983, P:41

14 فرحان، ڈاکٹر، (مدیر اعلی وپریس کاپی)، اردو لغت تاریخی اصول پر، ناشر ترقی اردو بورد، کراچی، 1977ء، ج1، ص96

Farhan, Dr., (Editor-in-Chief and Press Copy), Urdu Lughat Tareekhi Usool Par, Nasher Taraqqi Urdu Board, Karachi, 1977, VOL:1, P:96

15 مولوی فیروالدین، فیرواللغات (اردو)، ناشر فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ص96

Maulvi Ferozuddin, Feroz-ul-Lughat (Urdu), Nasher Ferozsons Pvt. Ltd., Lahore, P:96

16 William A. Darity Jr. International Encyclopedia of the Social Sciences, 2nd edition,Printed in the United States of America, P.638

17 Socialism, Henri de Saint-Simon,Archive:10/04/2022 at 04:35pm https://www.britannica.com/topic/socialism

18 ندوی، مسعود، مولانا، اشتراکیت اور اسلام، ادارہ معارف، لاہور، 1993ء، ص27

Nadwi, Masood, Maulana, Ishtiraakiyat aur Islam, Idara Ma'arif, Lahore, 1993, P:27

19 مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص54

Maududi, Abul A'la, Islam aur Jadeed Ma'ashi Nazariyat, P:54

20 خورشید احمد، پروفیسر، سوشلزم یا اسلام، مکتبہ چراغ راہ، کراچی، ص70

Khurshid Ahmad, Professor, Socialism ya Islam, Maktaba Chiragh-e-Rah, Karachi, P:70

21 صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، اسلام اور جدید معاشی تصورات، ص110

Siddiqi, Muhammad Naeem, Dr., Islam aur Jadeed Ma'ashi Tasawurat, P:110

22 ایضاً، ص110

Ibid, P:110

23 Samuel H. Beer, The Communist Manifesto,Published by Appleton Century Crofs,Inc, New York,P.31

24 مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص56
Maududi, Abul A'la, Islam aur Jadeed Ma'ashi Nazariyat, P:56

25 افغانی، شمس الحق، علامہ، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، ص63
Afghani, Shams ul Haq, Allama, Sarmaya Darana aur Ishtiraaki Nizam ka Islami Ma'ashi Nizam se Mawazna, P:63

26 ابو خالد، اسلم، اسلام یا سوشلزم، مکتبہ تعمیر ملت، گوجرانوالہ، ص30
Abu Khalid, Aslam, Islam ya Socialism, Maktaba Ta'ameer Millat, Gujranwala, P:30

27 ندوی، مسعود، مولانا، اشتراکیت اور اسلام، ص153
Nadwi, Masood, Maulana, Ishtiraakiyat aur Islam, P:153

28 افغانی، شمس الحق، علامہ، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، ص50
Afghani, Shams ul Haq, Allama, Sarmaya Darana aur Ishtiraaki Nizam ka Islami Ma'ashi Nizam se Mawazna, P:50

29 محمد امین الحق، سید، اسلام کا معاشی نظام اور معاشی نظریات، شعبہ تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف، لاہور، 1970ء، ص20
Syed Muhammad Amin ul Haq, Islam ka Ma'ashi Nizam aur Ma'ashi Nazariyat, Shoba Taleem o Matbuat, Mahkama Auqaf, Lahore, 1970, P:20

30 ڈار، عبدالحمید، پروفیسر، اسلامی معاشیات، ص3
Dar, Abdul Hameed, Professor, Islami Ma'ashiyat, P:3

31 البقرہ:188
Al-Baqarah: 188

32 البقرۃ:275
Al-Baqarah: 275

33 النساء:29
Al-Nisa: 29

34 المائدہ:38
Al-Ma'idah: 38

35 البقرہ:283
Al-Baqarah: 283

36 اللیل:4
Al-Lail: 4

37 الشوریٰ:27
Al-Shura: 27

38 ھود:6
Hud: 6

39 عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ناشر ادارۃ المعارف، کراچی، 1996ء، ج4، ص580
Usmani, Muhammad Shafi, Mufti, Ma'arif ul Quran, Nasher Idara Ma'arif, Karachi, 1996, VOL:4, P:580

40 الحشر:7
Al-Hashr: 7